© rasailojaraid.com

شُئُونِ علمیّہ

صحراءِ احقاف کی تحقیق

منطقۂ صحراءِ احقاف جس کو اہل جغرافیہ "ربع خالی" کہتے ہیں اور جو عرب میں بجانب جنوب واقع ہے اس کے حالات سے دنیا نا واقف تھی۔ اب اُمید ہوتی ہے کہ مسٹر ایچ۔ ایس فلبی جو مشہور انگریز محقق آثار قدیمہ ہیں، اس صحراء کے حالات پر روشنی ڈالینگے جس کو انہوں نے بحر احمر سے بحر ہند تک کے آخری سفر میں طے کیا تھا۔

مسٹر فلبی کو دوران سفر میں اُس ارضِ سبا سے گذرنا پڑا تھا جس کی ملکہ کا ذکر قرآن مجید اور تورات میں موجود ہے۔ یہ امر یقینی ہے کہ یہ وحشت انگیز منطقہ اس ملکۂ سبا کے عہد میں آباد تھا۔ یہاں بڑی بڑے شہر اور عالیشان محلات تھے۔ اس کی شکستہ وخستہ عمارتوں کا ملبہ ایک عرصہ دراز تک زمین کے نیچے مدفون رہنے کی حالت میں اس کا منتظر رہا کہ کوئی محقق آئیگا، اور کھود کر یہاں کے آثار قدیمہ کا پتہ لگائیگا۔ لیکن یہاں کے اعراب کسی غیر کو آنے ہی نہ دیتے تھے۔

جغرافیہ کی کتابوں اور اٹلسوں میں عموماً لکھا ہوتا ہے کہ جزیرۂ عربیہ میں ایک دریا کے سوا کچھ نہیں۔ لیکن فلبی نے خود اپنی آنکھوں سے یہاں چھ دریا دیکھے جو پہاڑوں کی چوٹیوں سے نکلتے ہیں، اور جن کا پانی خشک نہیں ہوتا۔

مسٹر فلبی نے نجران میں دو ہفتے گذارے، اور یہ اُن کے خیال میں تمام جزیرہ میں سب سے زیادہ سرسبز و شاداب خطہ ہے۔ لیکن کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ دنیا پھر بھی اس کے حالات سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نا آشنا ہے۔ غیر ملکی لوگوں میں مسٹر فلبی سے قبل ۱۸۶۹ء میں صرف ایک فرانسیسی نے اس خطہ میں قدم رکھا تھا۔

فلبی کو یہاں ایک عظیم الشان قلعہ کے آثار بھی ملے ہیں جس سے یہاں کی تہذیب قدیم کے متعلق کچھ اشارے ملتے ہیں۔ علاوہ ازیں ٹوٹی ہوئی دیواروں اور پتھروں پر کچھ ایسی تصویریں بھی ملی ہیں جن سے اس جگہ کی تاریخ کے سمجھنے میں بہت کچھ مدد ملیگی۔ اور توقع کی جاتی ہے کہ ان تحقیقات کی بدولت تاریخ عرب کے بہت سے نامعلوم گوشے اور قدیم زمانہ میں اُن کے باہمی قبائلی تعلقات روشنی میں آجائینگے۔

بولنے والے خطوط

جرمنی میں خطوط رسانی کا ایک عجیب طریقہ ایجاد ہوا ہے جس کے ذریعہ مکتوب الیہ تک صرف خط لکھنے والے کا پیغام ہی نہیں پہنچتا بلکہ اُس کی آواز بھی پہنچ جاتی ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ کسی شخص کو کسی کے نام جو خط لکھنا ہوتا ہے۔ وہ اپنے مقامی ڈاکخانہ میں جاکر اُس خط کے مضمون کو بول دیتا ہے اور وہ تمام مضمون ایک پلیٹ میں جو گراموفون کی پلیٹوں کی طرح ہوتی ہے، محفوظ ہو جاتا ہے اس پلیٹ میں تین سوئیاں لگی ہوتی ہیں۔ جب وہ پلیٹ مکتوب الیہ کے پاس پہنچ جاتی ہے تو وہ اُن سوئیوں کی مدد سے تمام مضمون خود کاتب مضمون کی آواز کے ساتھ معلوم کرلیتا ہے۔ ان بولنے والے خطوط کی ایجاد سے توقع ہوتی ہے کہ عنقریب ٹیلی وژن کے ذریعہ دور کی مجلسوں کی شکل وصورت اور آواز دونوں بخوبی معلوم کیے جاسکینگے۔

پڑھنے پڑھانے سے فائدہ؟

عہد حاضر کی عجیب وغریب ایجادات واختراعات سے متاثر ہوکر امریکہ کی یونیورسٹی جان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوپکنز کے ایک پروفیسر ڈاکٹر آرتھر لیخنشتین نے اپنا ایک عجیب خیال ظاہر کیا ہے۔ ڈاکٹر موصوف لکھتا ہے۔"اب وقت آگیا ہے کہ کمزور لڑکوں پر پڑھنے کے معاملہ میں سختی نہ کی جائے۔ کیونکہ ہم ایک ایسے دور سے گذر رہے ہیں جس میں کسی شخص کے لیے ان پڑھ ہونا معیوب بات نہیں ہے۔

اس عہد میں سائنس کی غیر معمولی ترقی کی بدولت ایسے آلات واسباب مہیا ہوگئے ہیں کہ اگر کوئی شخص پڑھا ہوا نہ بھی ہو تب بھی وہ لکھے پڑھے لوگوں کی طرح دنیا کے عام حالات اور تاریخ وجغرافیہ سے واقف ہوسکتا ہے۔

آج کل اپ ٹوڈیٹ خبریں اور دنیا کے عام واقعات معلوم کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ریڈیو ہے جس سے استفادہ کرنے کے لیے باقاعدہ تعلیم یافتہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے، رہے اخبارات تو اُن کا حال بھی اب یہ ہو چلا ہے کہ جس واقعہ کی خبر دینی ہوتی ہے اُس کی ایک مفصل تصویر بنا دیتے ہیں اور ایک آدھ سطر اُس کی تشریح کے لیے تصویر کے نیچے لکھ دیتے ہیں۔ بڑے بڑے متمدن ممالک کے اخبارات کو دیکھیے تو معلوم ہوگا کہ اخبار وقعت وشہرت کے لحاظ سے جتنا بڑا ہے اُسی قدر اُس میں تصاویر زیادہ اور مضامین کم ہوتے ہیں تاریخ وجغرافیہ کی تعلیم کا آج کل سب سے بڑا موثر ذریعہ سینما ہے۔ تاریخ کے جو خشک اور غیر دلچسپ واقعات طلبہ کو شب و روز کی محنت میں یاد نہیں ہوتے۔ سینما کے ایک دو شو دیکھنے کے بعد اچھی طرح ذہن نشین ہو جاتے ہیں۔ یہی حال جغرافیہ کا ہے طالبعلموں کو جن ممالک کا حال معلوم کرنے کے لیے جغرافیہ کی کتابوں اور اٹلسوں کی ورق گردانی کرنی پڑتی ہے۔ ایک ان پڑھ آدمی سینما ہال میں بیٹھے بیٹھے پردۂ فلم پر اُس سب کو دیکھ لیتا ہے۔ رہ گئی خط وکتابت تو جیسا کہ ابھی ذکر ہوا۔ اب اس کے لیے بھی لکھے پڑھے ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ گراموفون کی پلیٹوں جیسی ایک پلیٹ میں وہ سب کچھ محفوظ ہو جائیگا جو آپ دوسروں تک پہنچانا چاہتے ہیں، پھر مکتوب الیہ کو بھی آپ کا پیغام معلوم کرنے کے لیے تعلیم یافتہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بلکہ وہ پلیٹ پر سوئیاں رکھ کر اُس کو گردش دیگا۔ اور خود آپ کی زبان سے آپ کا تمام پیغام سُن لیگا۔

ڈاکٹر موصوف اخیر میں لکھتا ہے کہ اب جبکہ لکھے پڑھے بغیر بھی ایک شخص سب کچھ معلوم کرلیتا ہے تو پھر کیا ضرورت ہے کہ جو لڑکے کسی عضوی بیماری میں مبتلا ہونے یا بد شوق ہونے کی بنا پر تعلیم سے جی چُراتے ہیں اُن کو خواہ مخواہ زبردستی گھیر گھیر کر لائیں۔ اور پڑھنے پر مجبور کریں۔ اس کے برعکس ہم کو چاہیے کہ ان کے دماغی وجسمانی قویٰ کو آزاد فضا میں نشو و نما پانے دیں، تاکہ وہ اپنی فطرت کے عطیہ خاص کے مطابق کوئی اور عمدہ مفید اور پائدار کام کر سکیں۔

مغل تاریخ کے آثارِ باقیہ کی تحقیقات

۵۔ فروری ۱۹۳۹ء کو ایسوسی ایٹڈ پریس کے نمائندۂ خصوصی نے دیوانپورہ کیمپ سے حسب ذیل تار بھیجا ہے:-

فیلڈ ڈائرکٹر ڈاکٹر سی ایل فبری کی زیر قیادت پنجاب کی تحقیقات آثار قدیمہ کی مجلس نے بھیرا سے تقریباً چار میل کے فاصلہ پر سُر خاں والی اہلی کی قدیم جگہ پر جو کھدائی کا کام شروع کیا ہے وہ بہت کامیاب ثابت ہو رہا ہے توقع کی جاتی ہے کہ اس مقام پر چار پانچ شہر مدفون ہیں جو مغلیہ سلطنت کی تاریخ سے تعلق رکھتے ہیں۔ چنانچہ پہلی کھدائی میں جو وسط جنوری میں ہوئی تھی سب سے اوپر کا شہر برآمد ہوا ہے۔ جس میں مکانات اور گلیاں بھی ملی ہیں یہاں کم از کم ایسے سات سو برتن، جواہرات کے ٹکڑے، کلہاڑیاں، چاقو اور کپڑے دستیاب ہوئے ہیں جن کا کوئی نمونہ دنیا کے کسی عجائب خانہ میں نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ تمام چیزیں وہ ہیں جو شہر کے معمولی باشندوں سے تعلق رکھتی ہیں اور عجائب خانوں میں جو چیزیں ہوتی ہیں وہ سلاطین اور رؤسا و امرا سے متعلق ہوتی ہیں۔ ان دریافت شدہ چیزوں کو اگرچہ بہت پُرانا نہیں کہا جاسکتا تاہم توقع ہوتی ہے کہ ان کی تحقیق سے مغلیہ سلطنت کی معاشرتی و تمدنی تاریخ پر بہت کچھ روشنی پڑیگی۔ دوسرے شہر کی کھدائی دوسرے ہفتہ میں ہوگی۔

© rasailojaraid.com